AL-QALAM القلم
ISSN 2071-8683 e-ISSN 2707-0077
Volume 25, Issue, 2, 2020
Published by Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

نظریہ نظر ثانی(Revisionism): دائرہ کار اور تاریخی پس منظر

Revisionism: Scope and Historical Perspective

***Muhammad Ikram Allah**
****Dr. Mohammad Ferozuddin Shah Khagha**

* PhD Scholar, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Sargodha
**Assistant Professor, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Sargodha

Abstract

The basic aim of this paper is to define Revisionism, provide scope, methodological needs and well- known history of revisionism .Many tools and methodologies have been taken up by orientalists in modern era to examine and re-examine the past works. Revisionism is one of them. This approach has achieved great popularity among various circles of orientalists. Some of them adopted it as a field of study. They are called revisionists. Revisionists are of the view that application of revisionism on Islamic sources is indispensable and inevitable like other scientific, social and historical studies so that their authenticity may be determined. However, they have ulterior motives to undermine the accuracy and veracity of Islam and its teachings. So, it is dire need to understand this approach and examine its history.

Keywords:*Revisionism,Revisionists,scope,definition,history,Scepticism,authenticity,source criticism , Old Testament ,New Testament.*

نظریہ نظر ثانی (Revisionism) کا مفہوم:

لفظRevisionism لاطینی زبان کے لفظ revidere سے ماخوذ ہے۔" جس کا معنی دوبارہ جائزہ لینا ہے۔[1]

پچھلے چند عشروں کے دوران ابتدائی اسلامی تاریخ، مذہب اور اس میں بطور الہامی کتاب قرآن کے مقام و مرتبہ کے متعلق مغربی تحقیق دو الگ طریقوں پر استوار کی گئی ہے۔ ایک روایتی طریقہ ہے جس میں مستشرقین نے اپنی تحقیقی فکر کو اسلامی ادبی ذرائع تک محدود کر دیا ہے اور جس کا اسلامی علمیت کے دائرہ کار اور روایات سے ہم آہنگ

طریقوں سے جائزہ لیا ہے اور دوسرے طریقہ میں مستشرقین اسلامی مصادر کا مطالعہ "نقد مصادر کا طریقہ کار" کے ذریعے کرتے ہیں۔

> "And includes as evidence also the relevant contemporary non-Arabic literature, and material remains: the findings of archaeology, epigraphy, and numismatics, which are not generally studied by the "traditional" school. This is usually called the "revisionist" approach."[2]

اور اس میں بطور ثبوت متعلقہ معاصر غیر عربی ادب اور مادی باقیات کو بھی شامل مطالعہ کیا جاتا ہے، بشمول آثار قدیمہ اور قدیم کتبوں اور سکوں کی دریافتیں، جن کا مطالعہ عام طور پر روایتی طریقہ کار میں نہیں کیا جاتا، مصادر کی تحقیق وتفتیش کی اس فکر کو نظریہ نظر ثانی کی فکر کہا جاتا ہے۔

اس کی بنیاد کسی خاص منہج کی بجائے نتائج پر ہوتی ہے۔ اس میں مسلمہ نظریات اور مفروضات کی ثقاہت جانچنے کیلئے ان کا از سر نو جائزہ لیا جاتا ہے۔ یہی وہ رجحان ہے جس کو مستشرقین درست گردانتے ہیں اور اسی کے مطابق اسلامی تاریخ کی توجیہ کرتے ہیں، اور یہ رجحان نظریہ نظر ثانی کہلاتا ہے۔

قدیم عرصے سے قائم نظریات کا از سر نو جائزہ لینا ایک عام بات ہے۔ ماہرین یہ جاننا چاہتے ہیں کہ نئے شواہد کب نظریات میں تبدیلی کرتے ہیں یا ان کی نفی کرتے ہیں؛۔ بلاشبہ ان کا ایک اہم فریضہ قدیم قابل قدر نظریات کی جانچ پرکھ کرنا اور پھر اس کے نتائج کی روشنی میں انہیں رد کرنا ہے۔ صرف آزاد معاشرے میں جہاں افراد آزاد ہوتے ہیں، ان موجود نظریات کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ اس طرح ان نظریات کی ثقاہت معلوم کرکے سچائی تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔

نظریہ نظر ثانی کی منہاجیاتی ضرورت:

نظریہ نظر ثانی کی فکر لازماً تین بنیادی منہاجیاتی ضروریات پر موقوف ہے۔:

(1) قرآن اور مصادر اسلام، فتوحات اور اموی دور دونوں کی اسلامی ادبی سرگزشتوں پر نقد مصادر کی فکر کا اطلاق۔

(2) خارجی معاصر واقعات کے ساتھ ان سرگزشتوں کے تقابل کی ضرورت۔

(3) معاصر مادی شواہد کا استعمال (آثار قدیمہ، سکوں اور قدیم کتبوں کے باقیات کا علم) اور اس سے ماخوذ نتائج کو قبول کیا جائے۔ جو غیر معاصر اسلامی تاریخ کی ادبی سرگزشتوں پر مبنی نتائج سے زیادہ ثقہ ہوسکتے ہیں۔[3]

نظریہ نظر ثانی (Revisionism) کا دائرہ کار:

عصر حاضر میں نظریہ نظر ثانی کی تشہیر پورے زور و شور سے جاری ہے۔ نظریہ نظر ثانی کا اطلاق قدرتی علوم کے ساتھ ساتھ سماجی علوم میں بھی ہوتا ہے۔ اور سماجی علوم سے ہی شعبہ تاریخ تعلق رکھتا ہے۔ پچھلی کچھ دہائیوں سے الٰہیات اور اسلامی مذہبی علوم کا بھی نظریہ نظر ثانی کی فکر کی روشنی میں جائزہ لینے کا رواج ہوا ہے ۔سائنسی علوم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ سائنس ایک ساکت حالت نہیں ہے۔ بالخصوص یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں بدیہی حقیقت کی تلاش کے بعد علم تخلیق کیا جاتا ہے۔ ایسا تب ہوتا ہے جب پہلے سے جاری تحقیق کو نئ شہادت ملتی ہے، یا جب تنقیدی محققین قدیم توضیحات میں نقائص دریافت کرتے ہیں۔ اکثر اوقات قدیم نظریات میں تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے یا انہیں ترک بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔

نظریہ نظر ثانی(Revisionism) کی اہمیت:

دوسرے سائنسی تصورات کی طرح، ہمارے تاریخی نظریات کو بھی تنقیدی جائزے کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ جب نئے شواہد دریافت ہوں۔ ہمیں مسلسل تاریخی نظریات کا از سر نو جائزہ لینا چاہئے، خاص طور پر اگر:

(i) ہم ایسے واقعات پر بحث کر رہے ہو جو کہ ماضی بعید سے تعلق رکھتے ہوں اس صورت میں ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کم شواہد ہوتے ہیں جن پر ہمارے نظریات کی بنیاد ہوتی ہے۔

(ii) ہم ایسے واقعات پر بحث کر رہے ہوں جو کہ ماضی قریب میں وقوع پزیر ہوئے ہوں۔ اس صورت میں ہمارا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں ان واقعات میں کار فرما سیاسی اثر و رسوخ سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔

جب ماضی بعید سے بحث کر رہے ہوں۔ ایک چھوٹی سی نئ شہادت بھی ہمارے نظریات اکثر تبدیل کر دیتی ہے۔ جہاں تک ماضی قریب کا تعلق ہے۔ سپاٹ بات "فاتح (victor) جنگ کی تاریخ لکھتا ہے" ابھی تک لکھتا ہے؛ فاتح نے کبھی بھی معروضی انداز اختیار نہیں کیا۔ فاتح کی تاریخ پر نظر ثانی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک فاتح اور مفتوحین کے درمیان مڈ بھیڑ غیر موجود ہو؛ اور بسا اوقات یہ تضادات صدیوں تک رہتے ہیں۔ چونکہ تاریخ نگاری ناقابل لحاظ مالی اہمیت رکھتی ہے، تقریباً تاریخ کے تمام اداروں کو انکی متعلقہ حکومتوں نے مالی طور

پر نوازا ہے، آزاد اور غیر جانبدار تاریخی ادارے عملی طور پر موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا عصر حاضر کی، جس میں انفرادی حکومتوں کے بہت وسیع پیمانے پر سیاسی مفادات ہیں، سرکاری سرپرستی میں تاریخ نگاری کے متعلق شکوک و شبہات کا اظہار کیا جاتا ہے۔[4]

اسلامی مصادر پر نظریہ نظر ثانی کے اطلاق کا تاریخی جائزہ:

جدید مغربی ادب میں "تاریخی" محمد ﷺ کی جستجو کی تاریخ کا آغاز (تقریباً 1850 عیسوی) سر ولیم میور (م1905)[5] اور ایلوئس سپر نگر (م1893) کے زمانے سے ہوتا ہے۔[6] دونوں کو شک تھا کہ محمد ﷺ سے متعلق زیادہ تر اسلامی روایات، جن کو مسلمان مستند تسلیم کرتے ہیں، دراصل من گھڑت ہیں۔

انیسویں صدی کے آخر میں Snouck Hurgronje (م1936) نے پہلے ہی پیش گوئی کی تھی کہ کسی نہ کسی دن ہم یہ سننے کی توقع کر سکتے ہیں کہ محمد ﷺ کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اور 1930 میں روس کے اسلامی ماہرین نے تحقیقی مضامین (Publications) کے ایک سلسلے میں قطعی طور پر اسے ثابت کیا۔ Morozov نے دلیل دی کہ عرب کسی مذہب کو جنم دینے کا اہل نہیں تھا اور یہ تہذیب کے اساسی علاقوں سے بہت زیادہ دور تھا۔ Klimovich (م1989) کا خیال ہے کہ:

> "Muhammad was merely a necessary fiction in fulfilment of the assumption that every religion must have a founder." [7]

محمد ﷺ محض اس مفروضہ کی تکمیل کیلئے ضروری خیالی شخص ہیں کہ ہر مذہب کا لازمی کوئی نہ کوئی بانی ہوتا ہے۔

موروزوف (Morozov) کا بنیادی نکتہ یہ ہے:

> "A major world religion could not have been born in such a remote corner of the Middle East, but rather must have been nourished more fully within the heartlands of the Late Antique Middle East, is at the root of much revisionist thinking on Islam." [8]

بڑا مذہب عالم مشرقِ وسطیٰ کے ایسے دور دراز کونے میں پیدا نہیں ہو سکتا تھا بلکہ Middle East Late Antique کے مرکز میں لازماً مکمل طور پر پروان چڑھا ہوگا۔ یہ نکتہ اسلام کی بابت زیادہ نظریہ نظر ثانی کی فکر کی اساس ہے۔

اور مزید یہ کہ اس کے پیروکار اس حقیقت کی بابت پریشان ہیں کہ:

> "In its equation of the origins of Islam with the career of Muhammad and its detailed depiction of Muhammad's life in Mecca and Medina, Muslim tradition effectively disassociates Islam from the historical development of the monotheist stream of religion as a whole. Islam is shown to be the result of an act of divine revelation made to an Arab prophet who was born and lived most of his life in a town (Mecca) beyond the borders of the then monotheistic world ." [9]

منصب محمد ﷺ اور مکہ و مدینہ میں حیات محمد ﷺ کی مفصل عکاسی والی طلوع اسلام کی اسکی مساوات میں اسلامی روایت مؤثر طور پر اسلام کے موحد مذہبی دھارے کے تاریخی ارتقاء سے مکمل طور پر لاتعلقی کا اظہار کرتی ہے۔ اسلام کو وحی ربّانی کے عمل کا نتیجہ قرار دیتی ہے جو پیغمبر عرب حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور جس نے پیدائش کے بعد اپنی زیادہ تر زندگی اس وقت کے عالم توحید کی سرحدوں سے پرے ایک قصبہ (مکہ) میں گزاری۔

ہنگری نژاد سکالر اگناز گولڈزیہر (Ignaz Goldziher) 1850 میں پیدا ہوا اور 1921 میں وفات پائی۔ اس نے اپنی مشہور کتاب Muslim Studies میں آغاز حدیث، روایت حدیث اور طلوع اسلام پر خوفناک اعتراضات کرکے اسلام کی بابت تشکیک کو ہوا دی۔ گولڈزیہر (م 1921) نے اپنی تشکیک آغاز حدیث کی تاریخ اور شرعی مواد کے سوالات تک محدود رکھی۔ بصورت دیگر، تاریخ کے روایتی ڈھانچہ اور محمد ﷺ کے تاریخی جواز کو قبول کیا۔

گولڈزیہر (م 1921) کا خیال ہے کہ پیغمبر ﷺ سے منسوب زیادہ تر شرعی مواد جیسے حدیث، بہت بعد کی پیداوار ہے۔ اس نے طلوع اسلام پر سب سے پہلے تحقیق کی طرح ڈالی:

> "The early law treatises as efforts at a systematic reorganization of the living tradition ".[10]

اولین فقہی مقالات موجود روایت کی منظم تنظیم نو کی کوشش ہیں۔

گولڈزیہر (م 1921) سے تقریباً نصف صدی بعد، جوزف شاخت (م 1969) نے موخر الذکر کے منہج کا اطلاق کرکے اسناد کی بازگشت افزائش کا نظریہ پیش کیا۔ گولڈزیہر (م 1921) کے تصورات کے نتائج کو جوزف شاخت (Joseph Schacht) (م 1969) نے اپنا کر پروان چڑھایا۔

جوزف شاخت 1902 میں پیدا ہوا اوراس نے 1969 میں پائی ۔اس نے اپنی کتاب Origins of Muhammaden Jurisprudence میں اسلامی مصادر کے شرعی نظریہ اور شرعی روایات کی افزائش کا خیال پیش کیا۔ انہوں نے یہ موقف بیان کیا ہے کہ ان روایات کا زمانہ دو صدیوں بعد کا ہے اور بعد ازاں ان کو حضرت محمد ﷺ کے زمانے سے منسوب کیا گیا نیز یہ کہ اسناد کی اکثریت جعل سازی پر مبنی ہے ۔اس کا رد ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی نے کیا ہے۔

> "*Isnāds*, he argued, tended to grow backward with time. In other words, traditions with worse *isnāds* are likely to be earlier and the ones with perfect *isnāds* betray their late development. Therefore, the legal rules formulated during later times, enshrined in *ḥadīth* and projected back to the life of the Prophet in order to give them an Islamic justification".[11]

اسناد، اس کا خیال ہے، وقت کے ساتھ ساتھ بعد ازاں پروان چڑھیں۔ دوسرے الفاظ میں، ممکن ہے ناقص اسناد والی روایات ابتدائی ہوں اور مکمل اسناد والی ان کی بعد کی افزائش کو ظاہر کرتی ہوں۔ اس لئے، بعد کے زمانے میں وضع کردہ شرعی قوانین (اصول) کو مقدس حدیث کا رتبہ دینے اوراسلامی جواز فراہم کرنے کیلئے حیات پیغمبر ﷺ سے منسوب کیا گیا۔

گنٹر لولنگ (Gunter Luling)1928 میں Verna بلغاریہ میں پیدا ہوا۔ اس حضرت محمد ﷺ کو افسانہ قرار دیا اور کہا کہ صدیوں سے حضرت محمد ﷺ کی بابت تصورات میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ اس نے آس پاس کے غیر عرب ادب اور قرآن کے درمیان تعلق تلاش کرنے کی کوشش بھی کی۔

کچھ ماہرین عیسائی، شامی، آرامی ادب اور قرآن کے درمیان تعلقات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پہلا شخص جس نے ان تعلقات پر 1970 میں وسیع لسانی تحقیق پیش کی، وہ گنٹر لولنگ (Gunter Luling) تھا۔ جس کے، اولین، نجی طور پر پرنٹ شدہ کام کو عمومی طور پر نظر انداز کر دیا گیا[12]۔

البریٹ ناتھ (Albrecht Noth)1937 میں Konigsberg میں پیدا ہوا۔ اس نے بھی حدیث اور سیرہ کی بابت تشکیک کو فروغ دیا۔ اس نے لارینس کانرڈ کے ساتھ The Early Arabic Historical Tradition :A Source Critical Study کی تدوین میں اشتراک کیا۔ Albrecht Noth کا خیال ہے کہ:

> "How early battle accounts are often written in a stereotypical way, so as to conform to later ideals about the proper Islamic way of fighting."[13]

کیونکہ جنگی واقعات روایتی انداز سے قلمبند کیے گئے، تاکہ بعد والے تصورات اور مناسب اسلامی طرز جنگ میں موافقت پیدا کی جائے۔

ہنری لیمنز(Henry Lammens)1862 میں Ghent، بیلجیم میں پیدا ہوا اور اس نے 1937 میں وفات پائی ۔یورپی استعمار اور مغربی برتری کا خواہاں تھا۔یہ مصر اور لبنان میں رہا۔اس نے Early History of Islam تحریر کی۔[14] حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کی صاحبزادی فاطمہ پر تین تحقیقی مضامین(Fatima and the daughters of Muhammad) میں، جو 1910-12 میں شائع ہوئے، ہنری لیمنز (Henry Lammens) نے روایات میں کچھ تضادات گنوائے ہیں۔[15]

ولفرڈ فرڈی نینڈ میڈلنگ(Wilfred Ferdinend Madelung)1930 میں Stuttgart، جرمنی میں پیدا ہوا۔اس نے The Succesion to Muhammed تصنیف کی۔اس میں رسول پاک حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد کے واقعات کی ٹوہ لگاتا ہے۔اور خلفائے راشدین کے واقعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔بالخصوص حمایت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملہ کو مختلف روایات اور اقتباسات کے تناظر میں ایک متبادل راہ پیش کرتا ہے[16]۔

تھیوڈر نولڈیکے(Theoder Noldeke)1836 میں ہاربرگ میں پیدا ہوا اور اس نے 1930 میں وفات پائی ۔یہ ایک جرمن مستشرق تھا۔ اس نے قرآن پر کافی کام کیا ہے۔اور متعصب نظریات کے ذریعے قرآن کی بابت تشکیک کو ہوا دی۔اس کی اہم کتابوں میں The Origins of the Quran: Classic Essays on Islam's HolyBook اس کو ابن وراق نے مدون کیا۔اسی طرز پر چلتے ہوئے مارک وِٹو (Mark Whittow) فلسطین، شام ، مشرق اردن اور مصر کے خوش حال late-Antiquity کے رومی صوبوں کے اثرات پر بحث کرتا ہے[17]۔وہ زور دیتا ہے کہ:

> "During 603–29 an entire generation of Syro-Aramaic Christians and Jews grew up under Persian rule. A Jewish governor presided over Jerusalem, the nomadic Christian Arab confederations jockeyed for a role under the Persians, and intense apocalyptic fervor (accompanied by a substantial apocalyptic literature) gripped Christians, Jews, and Zoroastrians in the villages, towns, and cities. The titanic struggle of the two empires seemed to presage the end of the world." [18]

603-29 کے دوران شامی- آرامی عیسائیوں اور یہودیوں کی پوری نسل ایرانی تسلط کے زیر اثر جوان ہوئی۔ایک یہودی گورنر خانہ بدوش عیسائی عرب ریاستوں کے وفاق یروشلم کا صدر تھا، جس نے

ایرانیوں کے زیر اثر اہم کردار ادا کرنے کی کوشش کی اور کتب مقدسہ کی پیش گوئیوں پر مبنی بھرپور جذبے نے (کتب مقدسہ کی وقیع پیش گوئیوں پر مبنی ادب کے ساتھ) عیسائیوں، یہودیوں اور زرتشتیوں کے گاؤں، قصبوں اور شہروں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ دو سلطنتوں کے درمیان یہ عظیم جدّوجہد لگتا ہے دنیا کے خاتمے کی پیش آگاہی تھی۔

وہ قارئین جو اس بھرپور جذبے کے متعلق جاننے میں دل چسپی رکھتا ہو وہ ہیرلڈ سورمین (Harald Suermann) اینڈریو پامر (Andrew Palmer) اور شریک مصنفین، رابرٹ جی ہائے لینڈ (Robert.G.Hoyland)، مارگریٹا ولیجو جرویس (Margarita Vallejo Girves) کی طرف رجوع کریں، جنہوں نے بہت سی بشارتوں کا ترجمہ کر کے ان کا تجزیہ کیا ہے۔[19] بنابریں، Hoyland کی کتاب کا ایک باب پچھلی صدی کے چوتھائی حصہ کی ابتدائے اسلام پر تحقیق کی بحث کیلئے وقف ہے۔

جان وانسبرو 19 فروری 1928 کو امریکہ میں پیدا ہوا اور اس نے 2002 میں وفات پائی۔ یہ ایک مؤرخ تھا۔ لیکن اس نے اصلیت اسلام کی بابت تشکیکی نظریات پیش کئے۔ قرآن پر نقد مصادر کی فکر اطلاق کر کے اس کی استنادیت کو جھٹلانے کی کوشش کی۔ اس نے قرآن پر بائبل کی اصطلاحات کا اطلاق کیا اور عہد نامہ جدید اور قدیم کو اس کا ماخذ قرار دیا۔ اس نے تاریخ اسلام اور قرآن کی بابت متعدد کتب تصنیف کیں جن کے ذریعے اس نے اپنے نظریات کا پرچار کیا ہے، ان کتب میں سے دو اہم ہیں:

- Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation (Oxford, 1977)
- The Sectarian Milieu: Content and Composition Of Islamic Salvation History (Oxford, 1978)

جان وانسبرو (م2002ء) نے دلیل دی ہے کہ:

> "*Hadīth* literature is exegetical in origin, i.e., the bulk of the tradition literature is closely tied to the interpretation of the Qur'an, which he believed did not take its final form/canonised until the late eighth / early ninth century. *Ḥadīth* literature is not rooted in history but it originated due to the propensity of the early Muslims to tell the stories related to the Qur'an."[20]

جان وانسبرو (م2002) نے دلیل دی ہے کہ حدیث ادب کا آغاز تفسیر سے ہوا، یعنی۔، حدیث ادب کی ایک بڑی مقدار قرآن کی توضیح سے منسلک ہے، اس کو یقین تھا کہ اس نے آٹھویں صدی کے

آخر / نویں صدی کے اوائل تک حتمی شکل اختیار نہیں کی۔ حدیث ادب کی اساس تاریخ پر نہیں ہے
بلکہ اس کا آغاز قرآن کے متعلق قصص سنانے کے ابتدائی مسلمانوں کے رجحان کی بدولت ہوا۔

مائیکل ایلن کک 1940 میں برطانیہ میں پیدا ہوا۔ یہ اسلامی تاریخ کا ایک ماہر اور مورخ ہے۔ اس نے پیٹریشیا کرون کے ساتھ مل کر ایک کتاب تالیف کی۔ اس میں اس نے اسلام کی بنیادوں کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے ۔سند حدیث پر اعتراضات کئے، اس کی اہم اور معروف کتب یہ ہیں۔

1) Hagarism: The Making of the Islamic World (1977)
2) Early Islam Dogma: A Source critical Study (1981)
3) Commanding Right and Forbidding Wrong in Islamic Thought (2001)

پیٹریشیا کرون اور مائیکل کک نے اپنی کتاب Hagarism میں اس ایک طریقے کو اپنایا اور ابتدائی اسلام کی ایک متبادل سرگزشت کی خاکہ کشی کیلئے صرف اسلامی روایت سے باہر کے مصادر استعمال کئے۔[21]

جیرالڈ آر ہاٹنگ (Gerald R. Hawting) 1944 میں پیدا ہوا ۔ اسلام کا برطانوی مستشرق ماہر ہے۔ اس نے بھی نظریہ نظر ثانی کی فکر اپنائی اور جان وانسبرو (م2002ء) کا شاگرد ہونے کی بدولت اس سے بے حد متاثر تھا۔ اس نے بھی اسلام اور طلوع اسلام کی بابت متعدد کتب تالیف کیں ۔1982 میں شائع ہونے والے ایک باب میں، جی۔ آر۔ ہاٹنگ (G.R.Hawting) مکہ کی عبادت گاہ کعبہ کے آغاز کی روایات پر تحقیق کرتا ہے اور اس نتیجے پر پہنچتا ہے۔

> "Whatever might have existed there prior to the 600s cannot be recognized from ninth- and tenth-century reports."[22]

600 سے قبل وہاں جو بھی چیز ہو سکتی تھی، اس کی نویں ۔ یا دسویں ۔ صدی کی روایات سے
شناخت نہیں کی جاسکتی۔

مارٹن ہنڈز 1941 میں پنارتھ (Penarth) ویلز۔ 1 میں پیدا ہوا اور 1988 میں فوت ہوا۔ اس نے اسلامی آثار قدیمہ پر بھی تحقیق کی۔ اس نے "God's Caliph: Religious Authorities in the First Centuries of Islam" نامی کتاب کی تالیف میں پیٹریشیا کرون کے ساتھ اشتراک کیا۔ کرون اور ہنڈز وضاحت کرتے ہیں:

> "There is considerable evidence to suggest that al-Walīd's conception of the relationship between prophets and caliphs was that espoused by the Umayyads at large." There are even "stories in which Umayyad governors and others credit God's deputy with a status higher than that

of His messenger." Crone and Hinds (28-29) go on to list numerous examples of this sentiment."[23]

اس بات کے اظہار کے اچھے خاصے شواہد ہیں کہ انبیاء اور خلفاء کے درمیان تعلّق کے بارے میں ولید کا جو تصور تھا اس کی توثیق آزادانہ طور پر امویوں سے بھی ہوتی ہے۔ حتی کہ " بہت سے ایسے واقعات (قصص) بھی ملتے ہیں جن میں اموی گورنروں اور دوسروں کو خدا کا نائب کہا گیا ہے اور ان کا مقام و مرتبہ پیغمبر سے بلند تر ظاہر کیا گیا۔ کرون اور ہائنڈز (29-28) اس جذبے کی بہت سی امثال کی فہرست تیار کرتے ہیں۔

یہوداڈی نیفو 1932 میں پیدا ہوا اور اسرائیل میں قیام پذیر تھا۔ اس نے 1992 میں وفات پائی۔ یہ آثاریات کا ماہر تھا۔ اس نے مشرق وسطیٰ کے آثار قدیمہ پر بڑا کام کیا۔ اس کے کام میں اس کا اہم شریک Judith Koren ہے۔ Judith Koren کو تشہیری مواد میں " متخصص معلومات " کہا جاتا ہے۔ جب نیفو زندہ تھا تو اس نے صحراءالنقب کے کتبوں پر اس (نیفو) کے ساتھ کام کیا۔ اس (Judith Koren) نے اس کے نظریہ نظر ثانی کے مقالے کی تیاری میں بھی حصہ لیا اور بعد میں کتاب کو حتمی شکل دی۔ یہ اہم کتاب "Crossroads to Islam: the origins of the Arab religion and the Arab state" امریکہ سے 2003ء میں Prometheus Books. سے شائع ہوئی۔ یہودادی نیفو (م1992ء) اور جیوڈتھ کورن کا مؤقف ہے کہ محمد ﷺ اسلام کے پہلے سات عشروں کے کسی قدیم متن ۔۔۔ خواہ پیپری دستاویزات، عمارتوں پر کندہ متون، مقبرے کے کتبے، آرائشیں (Grafitti) یا سکوں کے نقش و نگار ہوں ۔۔۔ میں نمایاں طور پر مذکور نہیں ہے۔ اسلامی تحقیق کے مطالعے کیلئے جیوڈتھ کورن اور یہودادی نیفو (م1992ء) نے ایک مختلف فکر اپنائی؛ ان کا خیال ہے کہ:

"Any Muslim source must be checked against a non-Muslim source (preferably material, e.g., archaeology, epigraphy, numismatics), and if the two sources conflict, the non-Muslim source is to be preferred".[24]

اسلامی مصدر کا غیر اسلامی مصدر سے تقابل کر کے جائزہ لینا چاہیۓ۔ (ترجیحاً مواد، مثال کے طور پر۔، آثار قدیمہ، قدیم کتبوں، مسکوکیات سے)، اور اگر دونوں میں تضاد ہو، غیر اسلامی مصدر کو ترجیح دی جائے۔

پیٹریشیا کرون 1945 میں پیدا ہوئی۔ اسے تاریخ اسلام کا ماہر گردانا جاتا ہے۔ اس نے صدر اسلام کی تعیین میں ایک نئی فکر اپنائی ہے۔ غیر اسلامی مصادر کے استعمال سے اسلامی تاریخ اور مسلمہ حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش

کی۔ کرون نے 1987 میں شائع ہونے والی کتاب میں مکہ سے متعلق دستیاب روایات کا سب سے زیادہ منظم انداز میں جائزہ لیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ:

> "Mecca was not the cosmopolitan hub of the long-distance spice trade between India and the Mediterranean, as generally assumed in the literature, but at best a modest center of local trade for the nomads of the region." [25]

> مکہ بحر ہند اور بحر روم کے درمیان طویل مسافتی گرم مصالحہ کی تجارت کا بین الاقوامی مرکز نہیں تھا، جیسا کہ عمومی طور پر ادب میں خیال کیا جاتا ہے۔ مگر پوری طرح علاقہ کے خانہ بدوشوں کیلئے مقامی تجارت کا اہم مرکز تھا۔

علاوہ ازیں اسلامی مصادر کے مطابق غزوہ بدر، قرآن پاک ماہِ رمضان میں نازل ہوا۔ اس نے اس کو جھٹلایا ہے۔ اس نے اصلی تاریخی مقامات کو تبدیل کر دیا؛ مکہ بھی اس کے مشہور جغرافیائی اور تاریخی مقام سے بدل دیا گیا۔ اس نے کعبہ کو جزیرہ نما عرب کے شمال میں قرار دیا۔ علاوہ ازیں، اس نے دعوٰی کیا کہ پیغمبر ﷺ بلقہ (Balqa) میں آئے۔

پیٹر براؤن Late Antique علوم اور عالم عہد عتیق کا مؤرخ ہے۔ یہ 1935 میں پیدا ہوا۔ اس نے قبل از اسلام کے عہد عتیق میں اسلام کے نشانات تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اس مقصد کی غرض سے اس نے قبل از ااسلام اور بوقت صدر اسلام کی بازنطینی سلطنت اور ایرانی حکومت وغیرہ پر فوکس کیا۔

> "The preaching of Muhammad and the consequent rise of a new religious grouping of the Arab world – the religion of Islam – was the last, most rapid crisis in the religious history of the Late Antique period. . . We know just enough about the Hijaz in the early seventh century to see how this sudden detonation fitted into the culture of the Near East. . . The caravans of the Meccan merchant adventurers had come to permeate Byzantium and Persia: Muhammad himself had once made the trek to Syria. . ." [26]

> تبلیغ محمد ﷺ اور نتیجتاً عالم عرب کے نئے اور آخری مذہبی گروہ۔۔ مذہب اسلام۔۔ کا آغاز ہوا، Late Antique دور کی مذہبی تاریخ میں تیز رفتار بحران۔۔۔ ہم، یہ دیکھنے کیلئے کہ کیونکر یہ اچانک دھماکہ خیز مواد مشرقِ قریب کے کلچر میں نصب کیا گیا، ساتویں صدی کے حجاز کے بارے میں بہت

کچھ جانتے ہیں۔۔۔ مکی مہم جو تاجروں کے قافلے بازنطین اور ایران میں سرایت کرنے لگے تھے:
محمد ﷺ نے خود ایک مرتبہ شام کا سفر کیا۔۔۔

حالیہ دنوں میں The New York Times اپنے صفحہ اول پر ایک عالمانہ مسئلے سے متعلق ایک رپورٹ شائع کرتا ہے، عوام الناس جانتے ہیں کہ اب اس سے نبٹنے کا وقت آگیا ہے۔ اطالوی سیاسی کلچر کے مصنف اور شارح الیگزینڈر سٹل (Elaxander Stille) نے 2مارچ2002 کو2000 الفاظ پر مشتمل ایک آرٹیکل شائع کیا۔ جس کا عنوان تھا:

"Scholars are quietly offering new theories of the Koran." [27]

ماہرین خاموشی سے قرآن کے بارے میں نئے نظریات پیش کر رہے ہیں۔

اس آرٹیکل میں،Stille طلوع اسلام کے مسئلے پر گزشتہ تیس سالوں کی دور حاضر تک محکم علمیت پر بحث کرتا ہے۔ NYT آرٹیکل سے قبل Atlantic Journal میں ٹوبی لسٹر (Toby lester) نے ایک آرٹیکل شائع کیا [28]۔اور اس کے بعد Newsweek International میں Stefan Theil نے ایک مختصر آرٹیکل شائع کیا[29] دور حاضر میں ابن وراق، اینڈریو رپن اور ٹوبی لسڑ اور بعض دوسرے حامیان نظریہ نظر ثانی کے نظریات کی تشہیر میں مصروف عمل ہیں۔

خلاصہ بحث

اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن کی مخالفت اور اعتراضات صدر اسلام سے ہی شروع ہو گئے۔ مخالفین نے اسلام کے نوخیز پودے کی بیخ کنی کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی مگر ان نامساعد اور ظلم وجبر کے حالات میں بھی اسلام کا پودا پھلتا پھولتا رہا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت، دشمنی اور عناد کا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ بعد ازاں فکری، علمی اور تحریری میدانوں میں معاندانہ کوششیں بھی مخالفت، عناد، بغض اور تعصب کے ایک ہتھیار کے طور سامنے آئی ہیں ۔اس سلسلے میں قرون وسطیٰ کے بہت سے عیسائی پادریوں نے مخالفت اسلام کے لئے کمر کس لی، ان میں سے بعض کی تحریریں آج بھی ملتی ہیں۔اس لہر میں تیزی اس وقت آتی ہے، جب مغرب نے صلیبی جنگوں کا آغاز کیا ۔یورپ میں علمی احیاء اور یورپی اقوام کے مشرقی ممالک پر قبضے اور تسلط کے ہنگام یورپ میں مطالعہ اسلام کے لئے یونیورسٹیوں کی سطح پر مشرق بالخصوص اسلام پر تحقیقات وتدریس کا آغاز ہوا۔ اس کے ساتھ ہی عیسائی مشنری اوراستعماری فوج کے بعض عہدیدار بھی ہمیں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اس طرح مشرق بالخصوص اسلام اور علوم

اسلام پر تحقیقات کو شرق شناسی (Orientalism) کہتے ہیں۔اس کے پیچھے ان کے درپردہ، سربستہ اور مخصوص مقاصد تھے۔

جدید مغربی ادب میں "تاریخی " محمد ﷺ کی جستجو کا آغاز (تقریباً 1850 عیسوی) سر ولیم میور (م 1905) اور ایلوئس سپر نگر (م 1893) کرتے ہیں ۔ گولڈزیہر حدیث و سیرۃ کی استنادیت کے متعلق تشکیک کو ہوا دیتا ہے ۔گولڈزیہر کی فکر کو بنیاد بنا کر جوزف شاخت اسناد حدیث اور فقہ پر طبع آزمائی کے ذریعے مشکوک ٹھہرانے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔استشراقی علمیت میں بہت سے رجحانات سر اٹھاتے ہیں۔بسا اوقات ایک نیا رجحان پہلے سے موجود رجحان کی جگہ لے لیتاہے۔اسی سلسلے میں استشراقی علمیت میں 1970 میں ایک رجحان سامنے آتا ہے۔جس کو نظریہ نظر ثانی کہتے ہیں۔اور اس میں مصادر کی تحقیق و تفتیش معاصر غیر عربی ادب اور مادی باقیات کی روشنی میں کی جاتی ہے اور آثار قدیمہ، قدیم کتبوں اور سکوں کی دریافتوں کو بھی شامل مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اس فکر کا اطلاق سماجی، مذہبی اور سائنسی ہر قسم کے علوم پر کیا جاتا ہے۔جان وانسبرو اسلام و قرآن پر اس نظریئے کے اطلاق کا بہت بڑا حامی تھا۔اس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ اسلام عیسائیت ہی کا ایک ذیلی تصور ہے اور قرآن مجید بائبل سے ہی ماخوذ ہے۔بعض مستشرقین جیسے موروزوف اور Klimovich نے حضرت محمد ﷺ کے وجود سے ہی انکار کر دیاہے۔گنٹر لولنگ اور کرسٹوف لگزنبرگ نے غیر عرب ادب، آرامی ادب اور قرآن مجید کا آپس میں تعلق جوڑنے کی کوشش کی۔اسی طرح پیٹریشیا کرون نے معاصر غیر مسلم ادب میں اسلام، تاریخ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تلاش کا بیڑا اٹھایا اور تاریخ اسلام اور مقامات اسلام کو جھٹلایا۔اسی طرح یہوداڈی نیفو اور جیوڈر تھ کورن نے اسی طرز فکر کو اختیار کیا اور آثار قدیمہ کے باقیات، مسکوکات اور کتبوں کی شہادتوں سے تعیین اسلام اور پیغمبر اسلام کی سعی کی اور تشکیک کو بڑھاوادیا۔پیٹر براؤن Late Antique دنیا سے اسلام کے ڈانڈے ملانے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے۔الیگزینڈر سٹل (Elaxander Stille) قرآن کو موضوع بحث بنا کر مقالات لکھتاہے۔ابن وراق، اینڈریو رپن اور ٹوبی لسٹر اور بعض دوسرے قائلین نظریہ نظر ثانی بھی نظریہ نظر ثانی کی ڈگر پر گامزن ہیں اور اسلام کے متعلق اپنے نظریات میں تشکیک کا اظہار کرتے ہیں۔اس نظریہ کی بنیاد کسی خاص منہج کی بجائے نتائج پر ہوتی ہے اور اکثر اوقات من مانے اور خود ساختہ نتائج اخذ کر کے استشراقی مقاصد کو پورا کیا جاتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] Dr. C.Nordbruch . " *Die selbaternannten Tugendwachter Im Visier schalltet political correctness das eintige volk der Denker gleich"*?The Neuer Zurcher Zeitung.Vol .18, no.4(December 15 ,1999).

[2] Yahuda D.Nevo & Judith Koren, *"Methodological Approaches to Islamic Studies", in the Quest for the Historical Muhammad,* ed. Ibn Warraq, (New York: Prometheus Books, 2000), 420.

[3] Nevo & Koren, *"Methodological Approaches to Islamic Studies*", ed. Ibn Warraq, 420-21 .

[4] http://Germarrudolf.com/germar's –views/*an- introduction – to historical-revisionism*/ 301- Lectures – on – the – Holocaust /Sylvia Stolz AZK .Last Accessed on May 5 , 2015.

[5] میور کے نظریات کا اچھا ادراک اس کی مناظرانہ تحریروں سے حاصل کیا جاسکتا ہے ؛بالخصوص The Mohammedan Controversy ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

[6] Sprenger, *The Life Of Mohammad* ;
A. Sprenger, *Das Leben Und Die Lehre Des Mohammad Nach Bisher Grösstentheils Unbenutzten Quellen Bearbeitet*, 1861-1865, Three Volumes, Nicolai'sche Verlagsbuchh.: Berlin ; Muir, *The Mohammedan Controversy*, 106-118.

[7] Ibn Warraq,*The Quest for the Historical Muhammad*, 44 (Hurgronye),49 (Morozor and Klimovich).

[8] E. Note crone and Cok , *Hagarism* , VII:

[9] G. Hawting, "John Wansbrough, Islam and monotheism", *Method and Theory in Study of Religion*, 9(1997):24.

[10] I. Goldziher*, Muhammedanische Studien*, (Halle: Niemeyer, 1888).II

[11] J. Schacht, *The Origins Of Muhammadan Jurisprudence*, (Oxford: Clarendon Press, 1950), 165.

[12] G. Luling , Uber *den ur koran. Ansatze zur Rekonstruction der vorislamische-christlichen Strophenlieder in koran,* 2nd ed. (Erlangen:Verlagsbuchhandlung H. Luling, 1993).

[13] A. Noth , *The Early Arabic Historical Tradition: A Source-Critical Study,* and rev, ed n. (Princeton, N.J.:Darwin Press, 1994).

[14] Biography of Henry –Belgian Royal Academy for Oversease Sciences

[15] Ibn Warraq, *Quest for the Historical Muhammad*, 169-329.

[16] W. Madelung, *The Succession to Muhammad : A Study of the Early Caliphate* (Cambridge: Cambridge University Press, 1997).

[17] M. Whittow, *The making of Byzantiam*, 600-1025 (Berkeley, calif.: University of Califor nia Press, 1996).

[18] G. Fowden, *Empire to Commonwealth: Consequences of Monotheism in Late Antiquity* (Princeton, N. J.: Princeton University Press, 1993).

[19] H. Suermann, *Die geschichts theologische Reaktion auf die einfallenden Muslime in der edessenischen Apokalyptik des 7. Jahrhunderts, Europaische Hochschulschriften, series 23: Theologie* (Frankfurt:Lang, 1985) ; R. Hoyland, *Seeing Islam as Others Saw it*: *A Survey and Evaluation of Christian, Jews, and Zoroastrian Writings on ealy Islam, Studies in Late Antiquity and Early Islam*, (Princeton, N. J.: Darwin Press, 1977).XIII

[20] J. Wansbrough, *Qur'anic Studies: Sources & Methods Of Scriptural Interpretation*, London Oriental Series Volume 31,(Oxford :Oxford University Press, 1977) 49-52.

قرآن کے ابتدائی مسودات کی بابت ہمارے موجودہ علم کو دیکھتے ہوئے، وانس بروکے نظریہ کو بآسانی رد کیا جاسکتا ہے۔ پہلی صدی ہجری کے تنہا مسودات پر مبنی قرآن کے تمام تر متن کی دوبارہ نقل تیار کی جاسکتی ہے، جو کہ اس عرصہ میں غیر نمائندگی شدہ مکمّل متن کا 17 فی صد ہے۔ نوسیڈا کے تخمینہ میں پہلی صدی کے کوفی مسودات شامل نہیں ہیں، تمام تر قرآنی کتبے اور تمام حجازی مسودات صنعاء کے مقام پر پائے جاتے ہیں۔

See F. Déroche and S. N. Noseda (*Eds.*), *Sources de la transmission manuscrite du texte coranique. I. Les manuscrits de style hijazi. Tome I. Le manuscrit Or. 2165 (f. 1 à 61) de la British Library*, (Fondazione Ferni Noja Noseda, Leda, and British Library: London, 2001), *2/* 27 ; Also see S. N. Noseda, "Parerga To The Volumes Of Sources De La Transmission Manuscrite Du Texte Coranique» Thus Far Published And In Course Of Publication" in M. S. Kropp (*Ed.*), *Results Of Contemporary Research On The Qur'ān: The Question Of A Historio-Critical Text Of The Qur'ān*,(Beirut: Orient-Institute, 2007), 163.

اس ثبوت پر بحث کرتے ہوئے نوسیڈا، وانسبرو کے نظریہ کو مسترد کر دیتا ہے۔ تاریخ، وہ کہتا ہے، اس بات کا تعین کرے گی آیا کہ اس پر عرف "Lusitania" یا "Titanic" کا اطلاق کیا جائے۔172

[21] Crone and Cook, *Hagarism* , esp. 3-34.

[22] G. R. Hawting, "The origins of the Muslim Sanctuary at Mecca," in *Studies in the First Century of Islamic Society*, ed. G.H.A.Juyn boll, *Papers on Islamic History*,5 (Carbondale,III.: Southern Illinois University Press, 1982), 23-47.

[23] Patricia Crone and Martin Hinds , God's Caliph: Religious Authorities in the First Centuries of Islam (Cambridge: University of Cambridge Oriental Publications, 2003) , 26-28.

[24] Koren & Nevo, "Methodological Approaches To Islamic Studies , 92-93.

[25] Crone, *Mecean Trade* .

[26] Peter Brown , *The World of Late Antiquity*: *AD 150- 750* (New York : Harcourt Brace Jonavich Press , 1971), 189.

اور ارض ایران اور مذہب اسلام کو شامل کیا ہے، یہ تمام تر اس کے نظریات نہیں ہیں؛ مثال کے طور پر اس کی (ہنری پائرن) فکر کہ بحر روم میں اسلام کی آمد نے Late Antiquity کے اختتام پر مہر لگادی درست ہے۔

J. Herrin, *The Formation of Christendom* (Princeton: Princeton University Press, 1987), 134.

[27] A. Stille, "Scholars are quietly offering new theories of the Quran", *The New York Times*, March 2,2002, A1 and A19.
[28] T. Lester, "What is the Koran?" *Anlantic Monthly*, 283, 1999, 43-56; available at http:// www.theatlantic.com/issues/99 jan/Koran. htm
[29] S. Theil, " Challenging the Quran, *"Newsweek international*, July 28,2003.